© rasailojaraid.com

پروفیسر قاضی حلیم فضلی (داوگی ہزارہ)

موجودہ نظامِ تعلیم میں انسانی اور مالی وسائل کا ضیاع

پاکستان کے موجودہ نظام تعلیم میں انسانی اور مالی وسائل کا ضیاع ایک ایسا مسئلہ ہے جو انتہائی پیچیدہ اور گمبھیر صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس پر ملک کے مشہور ماہوار رسالے اردو ڈائجسٹ کی انتظامیہ کے تحت سیمینار منعقد ہوا۔ جس کی تفصیل اس میں شائع بھی ہوئی مگر اس میں زیادہ تر دانشورانہ اور عالمانہ بحثیں ہوئیں۔ نصاب اور اس کی تدوین پر تقاریر ہوئیں اور بعض عمدہ انتظامی نوعیت کی تجاویز بھی سامنے آئیں۔ پاکستان کے قیام سے لے کر اب تک موجودہ حکومت کے دور میں تعلیمی کمیشن بھی بیٹھتے اور اٹھتے رہے مگر نتیجہ کا پرنالہ وہیں کا وہیں موجود ہے۔

گزشتہ دنوں سرحد اسمبلی میں آئی جے آئی کے پارلیمانی لیڈر جناب محمد یعقوب خان کی تحریک استحقاق پر ضلع مانسہرہ کے تعلیمی اور بالخصوص پرائمری ایجوکیشن سے متعلق دفاتر کی بے ضابطگیوں' بے قاعدگیوں اور غیر قانونی بھرتیوں کے سلسلہ میں انکشافات ہوئے جس کے نتیجہ میں سرحد اسمبلی سے متعلق ممبران کی تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ افسران کو تبدیل کیا گیا۔ ان بے قاعدگیوں میں ملوث بابو صاحبان معطل ہوئے مگر اس ضلع سے متعلق ممبران اسمبلی نے "ان افسران اور بابو صاحبان سے پورے پاکستان میں ملازمتوں پر پابندی کے باوجود تقرریوں اور تبدیلیوں کے جو احکامات کرائے ہیں" اور وہ بھی سگریٹ کی ڈبیوں کے کاغذ پر "جس کی تفصیل" ہفت روزہ زندگی میں رفیق کھنانہ کے حوالے سے بھی اس کی گزشتہ اشاعت ۲۱ فروری میں آ چکی ہے۔" وہ ان افسران کی یقیناً پشت پناہی کریں گے۔ اور اپنے سیاسی اثر و رسوخ سے کام لے کر انہیں بچا لیں گے۔ اس سیاسی سرپرستی کے علاوہ جو صاحبان اپنے ڈی۔ای۔او اور ایس۔ڈی۔ای۔او کو نئی نویلی موٹریں بطور تحفہ پیش کر سکتے ہیں۔ وہ اس تحقیقاتی عمل کو بھی غیر موثر بنانے میں یقیناً کامیاب ہو کر اپنا دامن پاک کر لیں گے اور پاکستان کی دولت کی بہتی ہوئی گنگا میں حسب سابق پھر لوگ ہاتھ رنگنا شروع کریں گے۔

یہی معاملہ جو اس وقت ضلع مانسہرہ کے تعلیمی دفاتر سے متعلق ہے اور جو مقامی اخبارات کی سرخیاں بنا ہوا ہے اور جس کی صدائے بازگشت ہفت روزہ "زندگی" لاہور تک سنی گئی ہے۔ اس سلسلے میں چند اور امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ ایک ضلع مانسہرہ میں پاکستان کے مالی اور انسانی وسائل کا کتنے بڑے پیمانے پر ضیاع ہو رہا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے جن پر نہ افسران تعلیم غور کرتے ہیں نہ وزارت تعلیم نوٹس لیتی ہے نہ اسمبلیوں میں تحریک استحقاق پیش ہوتی ہے نہ اخبارات میں اس کی تفصیل چھپتی ہے اور اس طرح قومی اور ملکی دولت کے ضیاع پر دردمند لوگ سوچنے اور لکھنے کے بعد مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ان کا لکھا کسی معروف اہل دانش کا لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ اس چھوٹے منہ کی بڑی بات کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ تاہم 'گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی' کی آرزو میں اپنا حق آواز بلند کر کے خدا کے ہاں بری الذمہ ہونے کی ایک کوشش کے طور پر ضلع مانسہرہ کے تعلیمی دفاتر اور ان کی پالیسیوں پر اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان کے ایک دور دراز گوشے میں محکمہ تعلیم کے اس گلستان کے رنگ و روپ سے پورے پاکستان کی تعلیمی بہار کا اندازہ کیا جا سکے اور پاکستان کی اس انسانی اور مالی تباہی و بربادی کا تدارک کیا جا سکے۔

(ا) تعلیمی دفاتر کی مہنگے کرایہ پر کوٹھیاں :۔ (i) پاکستان کے دوسرے صوبوں کے صوبائی اور ضلعی تعلیمی دفاتر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذاتی اور کرایہ پر حاصل کی جانے والی کوٹھیوں سے قطع نظر ضلع مانسہرہ میں محکمہ تعلیم کے پرائمری زنانہ و مردانہ ہائیر سیکنڈری سکولوں کے لئے زنانہ و مردانہ ڈی ای او' اور ایس ڈی ای او صاحبان اس وقت پانچ چھ کوٹھیوں میں الگ الگ دفتر جمائے بیٹھے ہیں۔ جن میں بے شمار کمرے متعلقہ سٹاف کے لئے موجود ہیں۔ ان کوٹھیوں کے ساتھ لان بھی ہیں اور اندرونی ضرورت کے مطابق غسل خانے بھی موجود ہیں۔ ان کی طرز تعمیر' سہولتوں اور کمروں کی اکثریت کو دیکھا جائے تو ان پانچ اور چھ دفاتر کی کوٹھیوں کا ماہوار کرایہ کسی طرح بھی چالیس پچاس ہزار سے کم نہیں ہے۔ ریکارڈ سے تصدیق ہو سکتی ہے۔ ان کوٹھیوں کے ہر بڑے چھوٹے افسر' آفس سپرنٹنڈنٹ تک محرک کرسیاں' صوفہ سیٹ' قالین اور دوسرا قیمتی فرنیچر موجود ہے۔ جسے آڈٹ کے نقطہ نظر سے "لگژری آیٹم" کہا جا سکتا ہے اور ہے۔ مگر ان دفاتر میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہر میز پر ٹیلی فون ہے ہر کمرے میں گیس' ہیٹر' برقی ہیٹر' ٹیبل لیمپ موجود ہیں جو دیواری بجلی کے ٹیوبز اور بلبوں کے باوجود سارا دن جلتے رہتے ہیں خواہ موسم باہر کتنا صاف اور گرم کیوں نہ ہو۔

(ii) ان کوٹھی نما دفتروں کا فاصلہ ایک دوسرے سے میلوں کے حساب سے دور ہے جن کے ساتھ باہمی رابطہ کے لئے ٹیلی فون کھڑکتے ہیں یا افسروں کی گاڑیاں گھومتی رہتی ہیں۔ پٹرول کے اور ٹیلی فون کے بلوں کے علاوہ افسروں کے طلاپ پر روایتی چائے پانی' گرم ٹھنڈے سے تواضع ہوتی ہے جو سرکاری فنڈز سے پوری ہوتی ہے۔ عوام اور ضرورت مندوں یا بالخصوص استانیوں کو ان دفاتر کے درمیان پرہجوم راستوں اور فاصلوں سے گزرنا پڑتا ہے جو ایک دفتر سے دوسرے تک بار بار پیش آتی ہیں۔

(iii) پھر یہ بات دفاتر کی تبدیلیوں سے ثابت ہوتی ہے کہ ہر نئے افسر صاحب پرانی کوٹھی چھوڑ کر نئی کوٹھی کرایہ پر لیتے ہیں کیونکہ پہلی کوٹھی پرانے افسر کے کسی رشتہ دار کی ہوتی تھی اور نئے افسر کے نئے رشتہ داروں کو نوازنے کے لئے ان کی کوٹھی نسبتاً زیادہ کرایہ دے کر لینا پڑتی ہے۔ دفتری کوٹھیوں کی آئے دن تبدیلی جہاں زیادہ کرایہ کا موجب ہوتی ہے وہاں دفتری سامان کی تبدیلیوں اور نئی کوٹھی کی آرائشگی بھی قومی دولت کا بے جا ضیاع بنتی ہے اور پرانی کوٹھی سے نئی کوٹھی میں منتقلی عوامی تلاش و جستجو میں عمومی تکلیف کا موجب بھی ہوتی ہے۔

(iv) اگر ان کوٹھیوں میں موجود چھ عدد دفاتر کے مجموعی ماہوار کرایہ کو محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے تو سالانہ کرایہ دو ہزار کم پانچ لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک سال کا نہ سہی دو۔تین سالوں کے اس کرایہ پر شہر سے باہر سستی زمین پر سادہ سی ایک ہی ایسی عمارت تعمیر کی جائے جس میں تمام تعلیمی دفاتر اکٹھے ہی ہوں۔ باہمی رابطہ بھی آسان ہو اور عوامی ضروریات ایک ہی جگہ پر پوری ہو سکیں۔ یہ بات ذہن میں ضرور رکھی جائے کہ ان کوٹھیوں کا یہ کرایہ عرصہ دراز سے ادا کیا جا رہا ہے اور نہ جانے کتنے عرصہ تک مزید ادا کیا جاتا رہے گا۔ آخر محکمہ تعلیم کے یہ دفاتر کسی وقتی ضرورت کے تحت تو نہیں جنہیں اتنے بھاری کرایہ پر خوشنما کوٹھیوں میں سجایا جائے۔ یہ مستقل دفاتر ہیں اور مستقل دفاتر کے لئے اپنی ذاتی عمارت کی سادہ سی تعمیر قومی وسائل کے اس بے دریغ ضیاع سے باآسانی بچائی جا سکتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ضلع مانسہرہ میں دوسرے محکموں کے دفاتر کو دیکھا جا سکتا ہے جہاں یہ آن بان یہ شان و شوکت موجود نہیں ہے۔ اسی ضلع مانسہرہ میں ضلعی اکاؤنٹ آفس ہے جو ضلع مانسہرہ کے تمام محکموں کا محاسب دفتر ہے۔ خود چار پانچ دکان نما دفاتر میں عرصہ دراز سے کام کر رہا ہے۔

(۲) **پرائمری سکولوں کے اجراء پالیسی اور ان کی حالت زار:۔** مانسہرہ ضلع کے دفتر کی اسی شان و شوکت' ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اندر فرنیچر اور دوسری سہولتوں کی فراوانی' افسران تعلیم کی گاڑیوں کی چمک دمک' پر بے شمار دولت کے اس ضیاع کے بعد ضلع مانسہرہ کے پرائمری سکولوں اور بالخصوص دور دراز کے دیہاتی اور پہاڑی سکولوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ عمارتیں ناکافی اور غیر معیاری ہیں۔ کھیلنے کے گراؤنڈز سرے سے ناپید ہیں اور تدریسی سامان ٹاٹ' کرسیاں اور تختہ سیاہ ندادر ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اسباب قابل غور ہیں۔

(i) پرائمری سکولوں کے اجراء میں یہ پالیسی بنائی ہوئی ہے کہ بستیوں کے مالکان کسی بھی نئے سکول کے اجراء کے لئے کم از کم دو کنال اراضی اپنے ملکیتی رقبہ میں سے محکمہ تعلیم مانسہرہ کے نام انتقال کریں یا پیشگی طور پر عطیہ اراضی کا بیان حلفی داخل کریں۔ تب انہیں نئے سکول کی منظوری مل جاتی ہے یا اس رقبہ پر عمارت تعمیر ہونے کے بعد سکول جاری کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی مشکل تو درپیش آتی ہے کہ دیہی علاقوں میں بڑی تعداد ایسی بستیوں کی ہوتی ہے جو اپنی یا اردگرد کے ایک دو گاؤں ملا کر مجموعی آبادی طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے نئے سکول کے اجراء کے مستحق تو ہوتی ہے مگر بدقسمتی سے وہ آبادی یا ملحقہ گاؤں ملکیتی اراضی سے محروم ہوتے ہیں۔ وہ کسی خان یا جاگیردار کے مزارعین ہوتے ہیں اور جاگیردار صاحبان مزارعین کے بچوں کی تعلیمی ترقی کے خواہش مند نہیں ہوتے کہ اپنی ملکیتی اراضی میں سے مفت رقبہ دے دیں۔ چنانچہ ایسی بستیوں کے غیر مالک مزارعین اپنے بچوں کی تعلیمی سہولت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

(ii) اگر کوئی جاگیردار یا خان صاحب یا بستیوں کا مالک زمین دینے پر آمادہ ہوتا ہے تو بھی وہ اپنی اراضی میں سے غیر مزارعہ پہاڑی اور ناقابل کاشت رقبہ فراہم کرتا ہے۔ جو عموماً آبادی سے دور ٹیلہ نما ہوتا ہے۔ جس پر کھدائی' کٹائی کے حد سے زیادہ اخراجات آتے ہیں اور پھر اس دور دراز پہاڑی مقام تک تعمیری میٹریل کی بہم رسانی اور بھی زیادہ اخراجات کی متحمل ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے مخصوص کردہ فنڈز کا زیادہ تر حصہ اس پر خرچ ہو کر عمارت کے لئے جو کچھ بچ جاتا ہے وہ اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہوتا ہے بشرطیکہ اس میں سے تعمیری اداروں کے کمیشن، ضلع کونسل کے ممبران یا مالک اراضی اپنا اپنا کمیشن وصول نہ کریں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر سکول کے لئے جو عمارت تعمیر ہو گی اس کا معیار جو ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے گزشتہ کئی سالوں سے سکولوں کی یہ عمارت ضلع کونسل مانسہرہ تعمیر کرایا کرتی تھی اور ٹھیکہ عموماً ضلع کونسل یا متعلقہ یونین کونسل کے ممبر صاحبان لیا کرتے تھے۔ اس طرح "خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ" کے کام کا جو حشر ہوتا ہے وہ ان عمارات میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

(iii) چونکہ دیہی آبادی میں سکولوں کی یہ عمارات مفت اراضی کے لالچ میں بستی سے دور پہاڑی ٹیلوں پر تعمیر ہوتی ہیں جس تک آبادی کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی رسائی مشکل ہوتی ہے اور اساتذہ کا قیام بالخصوص زنانہ سٹاف کا قیام تو ناممکن ہوتا ہے۔ نہ ان کے تحفظ کی ضمانت ہوتی ہے نہ خوردو نوش کی اشیاء کی فراہمی ممکن ہو سکتی ہے جس کا قدرتی اور منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے سکولوں میں نہ مرد اساتذہ رہ سکتے ہیں نہ تدریسی ذمہ داریاں پوری کر سکتے ہیں اور نہ زنانہ سٹاف کا وہاں پہنچنا۔ رہائش پذیر ہونا تو سرے سے ناممکن ہوتا ہے۔ جس سے ایسے سکولوں کی تعمیر میں خرابی کی یہ صورت مضمر ہوتی ہے کہ استاد صاحبان اور استانیاں گھر بیٹھے بٹھائے محکمہ تعلیم کے افسران اور بابو صاحبان کو اپنی تنخواہ میں سے مقررہ فیصد دے کر باقی تنخواہ وصول کرتی رہتی ہیں۔ اور ایسے تمام پہاڑی اور دیہی سکول' مالک اراضی خان صاحب یا دوسرے مالک صاحبان کے ذاتی حجرے یا بیٹھکیں اور سرونٹ کوارٹر کا کام دیتے ہیں اور محکمہ تعلیم کے افسران مجاز جس تعلیمی عمل کے لئے تنخواہیں کمیشن' ٹی اے ڈی اے' پر آسائش دفاتر اور نئی نویلی گاڑیوں کے مالک اور بے تاج بادشاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنے پھرتے ہیں ان کی ساری تعلیمی کارکردگی کا یہ انجام ہوتا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس حقیقت کی سچائی میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ضلع مانسہرہ "اس کے پہاڑی و قبائلی علاقوں میں تعلیمی پسماندگی کے باعث مرد اساتذہ عموماً زنانہ سٹاف خصوصاً مقامی طور پر ملنا ناممکن ہے۔"

(iv) ان علاقوں میں سکول کے اجراء کے اس اصول کے علاوہ مالکان اراضی کے لئے ترغیب کے طور پر یہ اصول بھی مقرر ہے کہ جو مالک اراضی سکول کے لئے مفت زمین دے گا اس کا خاص آدمی جس کی وہ سفارش کرے گا اسے ان سکولوں میں چوکیدار یا چپڑاسی بھرتی کیا جاتا ہے۔ بظاہر یہ اصول بڑا منصفانہ ہے مگر اس کے پس پردہ نقصان یہ ہے کہ جہاں یہ سکول باقاعدہ چل رہا ہے وہ ملازم تنخواہ حکومت سے وصول کرتا ہے اور خدمات خان کی انجام دیتا ہے۔ وہ سکول کے ملازمتی امور انجام نہیں دیتا کہ اس کا مالک بستی کا خان بنے اور سکول اس کی ملکیت میں تعمیر ہوا ہے۔ اساتذہ مجبور، افسران تعلیم خاموش، اور علاقہ کے لوگ سرگرداں ہیں اس کے کیا کہنے جہاں غیر آباد مقامات پر یہ سکول ہیں اور استانیاں دفتروں سے ساز باز کر کے گھروں میں تنخواہ وصول کرتی ہیں۔ ان سکولوں میں مالک اراضی کو سکول کی عمارت کی صورت میں سرونٹ کوارٹر اور سرونٹ دونوں بیک وقت مہیا ہو جاتے ہیں۔

(v) یہ حقیقت ہے کہ محکمہ تعلیم کے پرائمری شعبہ سے متعلق افسران زنانہ و مردانہ دونوں آمدورفت کی سہولتوں گاڑیوں کے باوجود سال میں ایک مرتبہ بھی سکولوں کو بچشم خود دیکھنے کے لئے تشریف نہیں لاتے، ان کی معلومات کا زیادہ تر انحصار اپنے ماتحت انسپکشن کرنے والے افسروں پر ہوتا ہے جو خود ان باتوں اور غیر قانونی کوائف سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں مگر وہ اپنے افسران بالا اور بابو صاحبان کی طرح اسمبلی کے ممبران حتیٰ کہ ضلع کونسل کے ممبران اور مقامی بااثر شخصیتوں سے خائف اور ان کے آلہ کار ہوتے ہیں اور یہ کاروبار یہ ملازمتیں اور یہ عیاشی کے سامان یونہی قائم و دائم رہتے ہیں پھر یہ بھی تو سوچا جائے کہ ان پہاڑی مقامات تک جب سڑکیں موجود نہیں ہیں۔ پہاڑی مقامات اور اونچے ٹیلوں پر واقعہ ان سکولوں تک جب پاپیادہ رسائی ناممکن ہے تو پھر افسران بالا کے لئے ان گاڑیوں کی عیاشی کا مصرف کیا رہ جاتا ہے۔

حرف آخر: ضلع مانسہرہ جس کی اسی فیصد آبادی دور دراز پہاڑی مقامات اور پاپیادہ فاصلوں پر پھیلی ہوئی ہے ان میں واقع ان سکولوں کی عمارات کی خستہ حالی، ان کے محل وقوع، زنانہ و مردانہ سٹاف کی رہائشی و خوردنی تکالیف، سکولوں میں ٹاٹ، چاک اور دوسری تدریسی ضروریات کی عدم موجودگی کے نتیجے میں تدریسی عمل اور تعلیمی پیش رفت کی غیر موثر اور غیر موجود صورت حال کے برعکس افسران تعلیم کی بھاری کرایہ پر لی گئی دفتری کوٹھیوں کی چمک دمک، نئی نئی گاڑیوں کی خرید، پٹرول کے بیش از بیش اخراجات کی اس تفصیل سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں ہے کہ اس ملک اور اس صوبے کے دوسرے اضلاع اور صوبوں میں محکمہ تعلیم کے لئے مخصوص کئے جانے والا سارا بجٹ صرف دفتروں اور افسروں تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور بجٹ کے سمندر سے سکولوں سے متعلق پیاسے بچوں اور قوم کو اس کا قطرۂ شبنم بھی نہیں پہنچ پاتا۔

ایسے حالات اور حالات کی اس حقیقت و واقعیت کے بعد آدمی سوچتا ہے کہ پاکستان میں شرح خواندگی کی خواہش، تعلیمی کمیٹیوں اور پالیسیوں کے زور و شور، غیر ملکی قرضوں کا رونا، خودانحصاری کے وعظ، روکھی سوکھی کھانے کی نصیحت اور کشکول گدائی توڑنے کے دعوے کیا حیثیت رکھتے ہیں جب تک ہم کسی بھی شعبے میں اور بالخصوص ضلع مانسہرہ کے اس

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

© rasailojaraid.com